ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.3 2024

اسیرانِ فرنگ

REHANA ZAMAN[1]

Abstract

The literature and writers created in the prison are the reflection of their era and are a reflection of their psychological and mental condition as well as heroes of their country and nation who faced the toughest and the most difficult situation for the sake of their people with a big smile .Those poets included the famous scholars of that era,wealthy nawabs and kings of that time .The number is very high but we will mention only a few of them.

زندانی ادب کی اصطلاح کااطلاق دو معنوں میں ہو سکتا ہے

الف۔ وہ ادب جو زندان میں تحریر کیا گیا

ب۔ وہ ادب جو زندان اوراس کے متعلقات کے بارے میں تخلیق ہوا۔

زندان سے متعلق شاعری اردو ادب میں لاکھوں تعداد میں دستیاب ہے مگر کون نہیں جانتا کہ ان کی حیثیت محض علامتی ہے۔

جس طرح اردو ادب میں گل وبلبل عشق وحسن شمع وپروانہ کو بطور علامت استعمال کیا جاتا ہے۔ ٹھیک اس طرح زندان کی اصطلاح بھی محض علامت کے طور پر مستعمل ہے۔

اس کے برعکس وہ ادب یا ادیب جنھوں نے قید وبند کی صعوبتیں نہ صرف برداشت کی بلکہ قید میں رہ کر ایک افاقی ادب کی تخلیق بھی کی۔

اس کے برعکس وہ شعراء جنھوں نے زندان کے اندر شاعری کی ان کا اندرونی مزاج اور زندان کی دیواروں میں بند دنیا سے منقطع ہو کر جو ادب پروان چڑھا وہ کسی طرح سے بھی پودوں درختوں انسانوں اور عشق کی لمس پاتے ہوئے ادیب سے میل نہیں کھاتا۔ بلکہ اگر نفسیاتی لحاظ سے دیکھا جائے تو ایک اسیر ایک قیدی بیڑیوں کی جھنکار پھانسی گارڈ کی موجودگی بے رنگ ماحول اور قدم قدم پر گنتی اور پریڈ وارڈن جیلر اسٹاف جو نظم وضبط اور سزائے دلانے کے لیے ہم وقت چست رہتے ہیں۔ ایسے ماحول میں یہ اسیران اور ادیب کن لوگوں کی یاد میں کھڑتے ہیں اپنا وقت کیسے گزارتے ہیں ایسے ماحول میں دنیا سے بیزاری خودکشی اذیت پسندی جیسے مریضانہ جذبات کا غلبہ ہر وقت رہتا ہے۔ ایسے حالات میں یہ اسیر ادیب کن موضوعات کا انتخاب کرتا ہے اور کن چیزوں سے ادب کو مزین کرتا ہے جو ان کی اندرونی اور بیرونی جذبات کی عکاسی کرتے ہیں۔ ان شعراء میں کچھ تو 1857 سے قبل مختلف جگہوں میں قید تھے اور کچھ شعراء 1857 کے بعد فرنگی قید میں اسیری کی زندگی گزارنے پر مجبور تھے۔

ایسے حالات میں ان شعراء نے جو ادب تخلیق کیا اس میں ان کی تڑپتی ہوئی روح ان کا اندرونی مزاج اور زندان کی بے کس بے سہارا زندگی کی جیتی جاگتی تصویر ہمارے پاس موجود ہے۔

19ویں صدی بالخصوص 1857 میں قید بند کا شکار ادیبوں اور شاعروں کے اس مختصر جائزے اور تذکرے سے چند حقائق سامنے آتے ہیں۔

1 ۔پہلے نمبر پر اگر دیکھا جائے تو یہ تمام شعراء اور ادیب کمپنی یا تاج برطانیہ کی غیر ملکی حکومت کے اسیر ہوئے ۔اور ان سب کا جرم ماسوائے چند مشترکہ یہ تھا کہ انھوں نے غیر ملکیوں کے سامنے اور ان کی جابرانہ طور طریقوں کے آگے سر تسلیم خم کرنا اپنی تشخص اور قومی اور اباؤاجداد کی سالہا سال عزت واکرام کے آگے اپنے لیے موت سمجھا۔

کمپنی اور تاج برطانیہ کے الہ کار بننے کے بجائے زندان کو گلے لگایا ان ادیبوں اور شاعروں میں ہر طبقے اور مرتبے یہاں تک کہ بعض حکمران بھی شامل تھے۔

زمیندار، اعلی عہدے دار، نامور علماء اور ازاد مند شاعر بھی یہ سب برطانوی حکومت کے جبر اور ظلم سے بیزار تھے کیونکہ ان کا سیاسی شعور دوسرے لوگوں کے برعکس زیادہ بالیدہ اور بلند تھا یہ لوگ کمپنی کے سامراجی مقاصد سے دوسرے عوام کی بنسبت زیادہ باخبر تھے سوداگروں کے جامے میں داخل ہوئے عیار دشمن کی چالیں ان کو قومی مفاد کے حق میں نظر نہیں اتی تھی۔

ان حضرات یا ان ادیبوں میں بعضوں کو ملکی مفادات سمیت اپنی شخصی فائدے مثلا انگریزوں کے داخلے سے ان کی عہدے اور پینشن چھن جانے کا صدمہ بعض لوگوں کو مشنریوں کی عیسائیت پر چار پر اعتراض اور بعضوں کو انگریزوں کے اگے اپنی حکومت کا تختہ الٹنے کا غم تھا۔

[1] LECTURER, URDU DEPARTMENT UNIVERSITY OF MALAKAND CHAKDARA, DIR LOWER

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.3 2024

بلکہ حقیقت میں اس زمانے اوراس کے بعد کا ہر انسان بالخصوص حساس اور خود دار ادیب اور شاعر اپنے گھروں میں بھی اپنے اپ کو قید کی حالت میں محسوس کر رہا تھا بہر حال اس وقت اصطلاحی مفہوم میں قیدی شعرا اور ادباء ہمارا موضوع ہیں۔اس زمانے میں بہت سارے شعراء انگریزی سامراجیت کے خلاف قید میں رہ کر حکومت کے خلاف مزید لکھنے سے اپنی مصیبتوں اور قید کی معیاد میں اضافہ اور اپنی پریشانیوں کو بڑھاتا تھا۔ بہر حال ان کی تحریروں میں اشارں کنایوں میں انگریزوں کے خلاف نفرت کو بغور پڑھا جاسکتا ہے۔سب سے پہلے نمبر پر ہمارے پاس بہادر شاہ ظفر جیسا بے کس و بے بس انسان یہ کہنے پر مجبور نظر اتا ہے

نہیں حال دہلی سنانے کے قابل

یہ قصہ ہے رونے رلانے کے قابل

اجاڑے لٹیروں نے وہ قصر ایسے

جو تھے دیکھنے اور دکھانے کے قابل

نگر ہیں نگر ہیں رہا اک ظفر ہے

فقط حال دہلی سنانے کے قابل

1857 سے قبل بھی معاشرتی و ذہنی انتشار کا دور دورہ شروع ہو گیا تھا مگر جنگ آزادی کے بعد کے حالات کے بارے میں احمد ندیم قاسمی لکھتے ہیں۔

"مورخوں اور سیاست دانوں اور دوسرے ارباب فکر کی نظر میں جنگ آزادی 1857 کا پس منظر چاہے کچھ بھی ہو۔اس حقیقت سے کون انکار کرے گا کہ اس جنگ نے اہل ملک کو بڑا آتشی شعور بخشا۔اور ان کے ذہنوں میں احساس عرفان کی وہ آگ سلگ اٹھی جو جدوجہد آزادی کا سب سے بڑا سرمایہ ہے۔آپ اس جنگ کو محض ایک واقعہ قرار دیتے ہوں۔ایک حادثہ یا ایک ہنگامہ آپ کو بہر حال اس کا یہ کنٹریبیوشن تو تسلیم کرنا ہی پڑے گا۔"1

دہلی میں جن شعراء نے دہلی کو تاراج ہوتے ہوئے اپنی انکھوں سے دیکھا تھا ان میں غالب، شیفتہ، صہبائی، آزاد، حالی اور داغ وغیرہ شامل تھے۔غالب اس دور کے معاشرے کے اہم تہذیبی نمائندہ شاعر تھے یہ واقعات انھوں نے نہ صرف دیکھے بلکہ ان سے متاثر بھی ہوئے۔

مگر ہندوستان کے زندانی شعراء کی فہرست میں اول نمبر پر بہادر شاہ ظفر ہے جو 28 شعبان 1189 ہجری 1775 کو منگل کے دن شاہ عالم کے دوسرے بیٹے مرزا اکبر شاہ کے محل میں لال بھائی کے بطن سے پیدا ہوئے۔تاریخی نام ابو ظفر رکھا گیا اور بہادر شاہ ظفر کے نام سے مشہور ہوئے شعر و شاعری کا ذوق فطری تھا۔ 30 ستمبر 1837 کے دن مرزا ابو ظفر بہادر شاہ ثانی تخت شاہی پر جلوہ آفروز ہوئے۔شاہی تخت پر جلوہ آفروز تو ہو گئے مگر ان کی حکومت صرف لال قلعے تک محدود تھی۔

چاروں طرف انتشار بد نظمی لوٹ مار قتل و غارت گری کا بازار گرم تھا اسی بد نظمی اور انتشار میں 1857 کا ہنگامہ شروع ہو گیا اور ابو ظفر ارادہ نہ رکھنے کے باوجود ہنگامے کا حصہ بن گئے۔

بہادر شاہ ظفر کے اپنے ساتھیوں میں زیادہ تر انگریزوں کے ایجنٹ اور غدار نکلے جس کے باعث انہیں شکست کا منہ دیکھنا پڑ گیا۔ 17 اکتوبر 1857 کو بہادر شاہ ظفر فوجی کمیشن کے روبرو لائے گئے بادشاہ پر لگے تمام الزامات صحیح ثابت کر دیے گئے اور انھیں جلاوطنی کی سزا دی گئی راشد الخیری بہادر شاہ ظفر کی روانگی کا دردناک منظر یوں پیش کرتے ہیں۔

"جب وہ ساعت آئی کہ بدنصیب بادشاہ جنگی پہرے میں دہلی سے وداع ہوا۔تو خلقت منہ اندھیرے سڑکوں پر آبیٹھی۔یہ وہ صبح تھی جس میں ماؤں نے اپنے معصوم بچوں پر کھانا پینا حرام کر دیا اور جب تک اپنے بادشاہ کو آنسوؤں کے حلقے میں خدا کے سپرد نہ کر لیا چولہوں میں اگ نہ جلائی"2

کہا جاتا ہے کہ مندرجہ ذیل غزل رنگون میں بے کسی کے عالم کی یادگار ہے۔

کون نگر میں ائے ہیں ہم کون نگر میں باسے ہیں

جائیں گے اب کون نگر کو من میں اب ہراسے ہیں

دیش نیا ہے بھیس نیا ہے ڈھنگ نیا ہے

کون انند کرے ہیں وہاں اور رہتے کون اداسے ہیں

کیا کیا پہلو دیکھیں ہیں ہم نے گلشن کی پھلواری میں
اب جو پھول ہے اس میں پھول کچھ اور ہی اس میں باسے ہیں
دنیا ہے یہ رین بسارا بہت گئی رہ گئی تھوڑی سی
ان سے کہہ دو سو نہ جاویں نیند میں جو کہ ندا سے ہیں3

پانچ برس رنگون میں وہاں ان پر جو کچھ گزرا رونگٹے کھڑے کر دینے والے حالات تھے انہیں لکھنے پڑھنے کی بھی اجازت نہ تھی۔حسب ذیل اشعار بھی زمانہ اسیری کی یادگار ہے

1 یاد نہیں غم خوار نہیں ہمدرد ظفر اب کوئی نہیں
کنج غم میں اپ ہی کہیے دل کو میرے بہلائے کون
2 تقدیر سیری ان دنوں کیسی بگڑ گئی
ہاتھوں میں وہ پری میرے اکر نکل گئی
اے رائے انقلاب زمانے کے جور نے
دہلی ظفر کے ہاتھ سے پل میں نکل گئی
3 پس مرگ میرے مزار پر جو دیا کسی نے جلادیا
اسے اہ دامن یار نے سر شام ہی سے بجھادیا
مجھے دفن کر چکو جس گھڑی تو یہ کہیو اس سے کہ اے پری
وہ جو تیرا عاشق زار تھا تہ خاک اس کو دبا دیا
پسے مرگ قبر پہ اے ظفر کوئی فاتحہ بھی پڑھے کہاں
وہ جو ٹوٹی قبر کا تھا نشان اسے ٹھوکروں سے اڑا دیا

کہا جاتا ہے کہ آخری وقت ان کی حالت دیوانوں کی سی ہو گئی تھی وہ کوئلوں سے دیواروں پر اشعار لکھا کرتے تھے اس میں صداقت کچھ حد تک ہے یقینی طور پر کچھ نہیں کہا جا سکتا۔

آخری وقت آ پہنچا اور بادشاہوں کی محل میں پروان چڑھنے والا اسیر رنگون زندگی کی آخری سانسیں گن رہا تھا۔ سات نومبر 1862 بہادر شاہ ابو ظفر نے داعی اجل کو لبیک کہا اور حکام کی اجازت سے اسی گھر جس میں وہ قید تھے دفن کر دیے گئے۔ بہادر شاہ ظفر نے ایک کتاب تین جلدوں میں تحریر کی تھی جس کا نام تالی قات ابو ظفری تھا۔اس کتاب کا پتہ نہیں چلتا مگر ظفر نے شرح گلستان کے دیباچے میں اس کا ذکر کیا ہے۔

بقول خلیل الرحمن:

"ظفر کی شاعری کا ایک بنیادی عنصر زندان کی وہ دیوار ہے جس سے ٹکرانے میں اس کی جسم و جان خستہ و فکار ہیں۔ایسا معلوم ہوتا ہے کہ زنجیر میں جکڑ کر اس کے ہونٹوں کو سی دیا گیا اور زنجیر کی جھٹکنے اور جھنکار اس کے درد اور اس کا اظہار ہے اس جھنکار میں اسیری کا بے پناہ غم ہے اور رہائی کے لیے جدوجہد کا حوصلہ بھی اردو کے کسی غزل گو نے زندان اور زنجیر کو اس تسلسل کے ساتھ بطور علامت کا کے استعمال نہیں کیا ہے"۔

آگے چل کر لکھتے ہیں:

"زندان اور زنجیر سے بھی زیادہ اہم علامت ظفر کی شاعری میں قفس واشیہ اور صیاد و عندلیب کی ہے۔اردو غزل کا یہ استعارہ عام طور پر بہت پامال ہے اور بیشتر شعراء نے اسے رسمی اور روایتی طور پر استعمال کیا ہے لیکن ظفر کے ہاں یہ علامت تخلیقی قوت بن جاتی ہے۔اس کا جتنا موثر اور جاندار استعمال ظفر کے کلام میں ملتا ہے کسی اور شاعر کے ہاں نہیں۔ 1857 کے ناکام انقلاب کی تاریخ جب بھی لکھی جائے گی اس کے لیے معتبر اور خام مواد اب ظفر کے کلام سے ہی مل سکے گا۔

2 (حسرت موہانی)

اصل نام سید فضل الحسن اور تخلص حسرت تھا اپ قصبہ موہان ضلع اناؤ میں 1875 کو پیدا ہوئے۔

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.3 2024

والد کا نام سید اطہر حسین تھا اس زمانے کی روش کے مطابق ابتدائی تعلیم گھر پر ہی حاصل کی بی اے کرنے کے بعد اور اس سے پہلے بھی شاعری کا شوق تھا بی اے کے بعد اپنا کلام تسلیم لکھنوی کو دکھانے لگے۔اور ان سے اصلاح لینی شروع کی 1903 میں اپ نے ایک مشہور رسالہ "اردوئے معلی" جاری کیا اور ساتھ ساتھ سیاسی میدان میں بھی مختلف تحریکوں میں حصہ لیتے رہے

ان دنوں مشہور تحریک سودیشی تحریک کا بھی اپ حصہ رہے چنانچہ ان کے بارے میں شبلی نعمانی نے کہا تھا۔

"تم ادمی ہو یا جن پہلے شاعر تھے پھر سیاستدان اور اب بنی ہو گئے ہو"

موہانی کانگرس کے سر گرم رکن تھے 1907 میں ایک مضمون شائع کرنے پر جیل ہو گئی اور اس کے بعد 1947 تک کئی بار قید و بند کی صعوبتیں برداشت کی اور رہا ہو گئی 1957 کے واقعات میں حسرت موہانی پہلے سیاسی قیدی تھے اپ پر جس مضمون کی وجہ سے پہلی دفعہ اسیری ائی وہ تاریخ کا حصہ ہے 1908 میں اردو معلی رسالے میں ایک مضمون مصر کے نام ور لیڈر مصطفی کمال کی موت کے موقع پر شائع ہوا جس میں مصر میں انگریزوں کی پالیسیوں پر حسرت نے کھل کر تنقید کی تھی بقول سلیمان ندوی "علی گڑھ کی سلطنت میں بغاوت کا یہ پہلا مجرم تھا رسالہ میں لکھا گیا مضمون بقول سلیمان ندوی اقبال سہیل کا تھا مگر جب اردو معلی میں شائع ہوا تو مجرم حسرت کو ٹھہرایا گیا کیونکہ مضمون پر کسی کا نام نہیں لکھا تھا علی گڑھ کی حرمت بچانے کے لیے بڑے بڑے ذمہ داروں نے حسرت کے خلاف گواہی دی جس پر حسرت موہانی کو دو برس کی سزا ہوئی باوجود اصرار کے حسرت نے کسی کا نام ظاہر نہیں کیا۔اس واقعے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے حسرت موہانی کی مندرجہ ذیل غزل کے اشعار ملاحظہ ہو۔

جو اسی قید کے دوران لکھی گئی تھی

نہ ہو اسکی خطا پوشی یہ کیوں ناز گنہگاری

نشان شان رحمت بن گیا داغ سیاہ کاری

ستم تم چھوڑ دو میں شکوہ سنجے ہائے نہ چاری

کہ فرض عین ہے کیش محبت میں رواداری

ہوییں ناکامیاں بدنامیاں رسوائیاں کیا کیا

نہ چھوٹی ہم سے لیکن کوئی ئے جاناں کی ہواداری

وہ جرم ارزو پر جس قدر چاہیں سزا دے لیں

مجھے خود خواہش تعزیر ہے ملزم ہو اقراری

اپ کو جیل ہونے سے اس کا اثر اپ کی ادبی سرگرمیوں پر بھی پڑا اور اپ کا مشہور رسالہ بند ہو گیا اپ کو امام المتغزلین کے نام سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔

1908 میں قید کے دوران اپ نے مشہور غزلیں لکھی اپ کی شہرت اپ کی عاشقانہ شاعری کے باعث ہیں مگر اپ نے مشہور نظم چکی کی مشقت جو بہت مشہور ہوئی دوران وید لکھی۔ی ایک شعر ملاحظہ ہو۔

ہے مشق سخن جاری چکی کی مشقت بھی

اک طرفہ تماشہ ہے حسرت کی طبیعت بھی

جو چاہو سزا دے لو تم اور بھی کھل کھیلو

پر ہم سے قسم لے لو کی ہو جو شکایت بھی

یہ مشہور نظم اپ نے قید کے دوران لکھی کہتے ہیں کہ حسرت سے روزانہ ایک من گیہوں ہاتھ کی چکی سے پسوایا جاتا تھا حسرت موہانی کا پہلا دیوان غزلوں پر مشتمل ہے جو بحالت اسیری قید فرنگ اولی 1908 تا 1909 علی گڑھ ڈسٹرکٹ جیل اور نینی سینٹرل جیل میں لکھی۔

اور جنگ ازادی کے یہ متوالے ادبی اور سیاسی محاذوں پر مسلمانوں کی خاطر لڑتے رہے اور قربانیاں دیتے رہے۔پاکستان انہی اکابرین کی قربانیوں کا صلہ ہے۔

4 (ابوالکام آزاد)

ابوالکلام ازاد 11 نومبر 188 کو مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے اپ کا تاریخی نام فیروز بخت اصل نام محی الدین احمد کنیت ابوالکلام اور تخلص ازاد تھا اپ مولانا خیر الدین کے علمی خاندان کے چشم و چراغ تھے 1857 کا غدر سب پر گزرا گراں گزرا ابکلام کے والد اپنے بچوں سمیت مکہ معظمہ ہجرت پر مجبور ہوئے ابکلام کا بچپن مکہ معظمہ میں گزرا اکبر

اعظم کے عہد میں ہندوستان واپس ائے اور یہی مستقل سکونت اختیار کی۔ عہد طفولیت سے شعر و شاعری شروع کی۔ مولانا بڑی مفسر اور علم الکلام کے ماہر ہونے کے ساتھ سیاسی حالات کے بڑے کھلاڑی تھے مولانا ابوالکلام بے پناہ قوت گویائی کے سبب ہندوستان بھر میں مشہور تھے اپ کا حافظہ بلا کا تیز تھا مولانا کو تین ہزار سے زیادہ عربی فارسی اور اردو اشعار از بر یاد تھے۔ اپنی حافظے کی بنیاد پر غبار خاطر لکھتے ہوئے اپ نے 300 اشعار کا استعمال کیا ہے۔

اپ کی تمام زندگی ماسوائے چند سال بڑی ہنگامہ خیز گزری اسی وجہ سے اپ کی تخلیقات کا زیادہ حصہ جنگ ازادی کی صعوبتوں کی نظر ہو گیا تاہم جو کچھ محفوظ ہے ان میں تذکرہ اور ترجمان القران تصانیف منظر عام پر ائی۔

مولانا کی زندگی کا بڑا حصہ قید و بند میں گزرا مگر احمد نگر کی اسیری سب سے زیادہ سخت تھی مولانا کو کسی سے ملاقات کی اجازت نہیں تھی اور نہ کسی سے خط و کتابت اسی لیے مولانا نے دل کا غبار نکالنے کا یہ راستہ ڈھونڈ لیا۔ اور غبار خاطر کے خطوط کا ضخیم مجموعہ لکھا۔ یہ خطوط اپ لکھتے گئے اور اپنے پاس محفوظ کرتے گئے یہ تمام خطوط غبار خاطر احمد نگر میں 1942 تا 1945 اسیری کے دوران لکھے گئے یہ خطوط نواب صدر یار جنگ مولانا حبیب الرحمن خان شیر وانی رئیس بھیکم پور ضلع علی گڑھ کے نام تھے۔

مولانا نے اپنے دل کا حال ان خطوط کے ذریعے بیان کیا ہے اسی وجہ سے اس کا نام بھی غبار خاطر رکھا گیا یہ خطوط اپ نے اشاعت کی غرض سے نہیں لکھے مگر اپ کی رہائی کے بعد اپ کے دوستوں نے یہ خطوط شائع کرنے کا اصرار کیا اس کے دو ایڈیشن اپ کی زندگی میں شائع ہو چکے تھے۔ 69 سال کی عمر میں 22 فروری 1958 کو اپ کا انتقال ہوا اپ کا مزار دہلی میں جامعہ مسجد کے قریب ہیں آپ ہندوستان کے پہلے وزیر تعلیم رہ چکے ہیں۔ اپ کی پیدائش کا دن قومی یوم تعلیم کے طور پر ہندوستان میں اب بھی منایا جاتا ہے۔ غرض فرنگی قید میں یہ اسیر ان ضخیم ادبی ورثا چھوڑنے کے ساتھ ساتھ موت کے بعد بھی دلوں پر راج کر رہے ہیں۔

3 (مرزا غالب دہلوی)

مرزا غالب آٹھ رجب بمطابق 27 دسمبر 1797 کو آگرہ میں پیدا ہوئے۔ مغل خاندان کے چشم و چراغ تھے۔ پانچ سال کی عمر میں باپ کے سائے سے محروم ہوئے چچا نے پرورش کا ذمہ اٹھایا مگر وہ بھی زیادہ عرصہ زندہ نہ رہے۔ وارثوں کی پینشن کا کچھ حصہ ملتا رہا۔ 13 برس کی عمر میں شادی کی ذمہ داری سر پر آ پڑی اور روزی نے مزید فکر مند کر دیا۔ اسی زمانے میں سرکاری پینشن بھی بند ہوئی اور کلکتہ کا سفر بھی اسی غرض سے کیا۔ مگر پینشن کی بحالی نہ ہو سکی۔ 1847 میں ان کی زندگی کا افسوسناک واقعہ پیش آیا قمار بازی کے جرم میں گرفتار ہوئے اور چھ ماہ قید بامشقت اور 200 روپے جرمانے کی سزا ہوئی۔

احباب کی جدوجہد سے تین ماہ بعد رہائی ہوئی عمر کے آخری سال نہایت بے چینی سے گزرے مختلف بیماریوں کا شکار رہے اور آخر کار 15 فروری 1869 کو مرزا نے داعی اجل کو لبیک کہا۔

قید کی حالت۔۔۔

قید میں غالب کی حالت بقول حالی محض نظر بندی کی تھی۔ ضروریات کی چیزیں گھر سے پہنچتی تھی مگر غالب کے لیے یہ واقعہ نہایت ذلت امیز تھا۔ اور غالب نے ان حالات کو دل پر لیا۔ حالی کے بیان کے مطابق غالب نے فرمایا۔

" اگرچہ میں اس وجہ سے ہر کام کو خدا کی طرف سے سمجھتا ہوں اور خدا سے لڑا نہیں جا سکتا جو کچھ گزرا اس کے ننگ سے آزاد اور جو کچھ گزرنے والا ہے اس پر راضی مگر آرزو کرنا عین عبودیت کے خلاف نہیں ہے میری یہ آرزو ہے کہ اب دنیا میں نہ رہوں اور اگر رہوں تو ہندوستان میں نہ رہوں مصر ہے ایران ہے بغداد ہے یہ بھی جانے دو کعبہ آزادوں کی جائے پناہ ہے اور آستانہ رحمت اللعالمین دلدادوں کی تکیہ گاہ ہے دیکھیے وہ وقت کب آئے گا۔ کہ درماندگی کی قید سے جو اس گزری ہوئی قید سے زیادہ جانفرسا ہے نجات پاؤں اور بغیر اس کے کہ کوئی منزل مقصود قرار دوں سر و صحرا نکل جاؤں "۔ 4 اسیری کی حالت کو غالب نے ان اشعار میں بیان کیا ہے

1 شادم از قید کہ بند معاش آرادم
از کف شحنہ رسد جامۂ و نالم در بند

2 جس دن سے کہ ہم خستہ گرفتار بلا ہیں
کپڑے میں جوئیں بخیے کی ٹانکوں سے سوا ہیں

اس شعر سے متعلق جناب نظامی بدایونی فرماتے ہیں۔

" غالب اتفاقاً قید ہو گئے تھے وہاں کپڑوں میں جوئیں ہو گئی تھی ان کو چن رہے تھے کہ ایک رئیس نے جا کر پرسش کی غالب نے فی البدیہہ یہ شعر پڑھا"۔ 5

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.3 2024

زمانہ اسیری میں غالب نے صرف ایک حبسیہ لکھاجو 178 اشعار پر مشتمل ہے جو فارسی زبان میں لکھا گیا ہے اس نظم میں درد و غم کی ایک کیفیت ہے جو رسوائی اور ذلت کے احساس کا منہ بولتا ثبوت ہے مگر اس ذلت اور رسوائی کے باوجود وہ اپنے اعصاب پر قابو پانے میں کامیاب رہے ہیں۔

نمونہ کلام:

خواہم از بند بزندان سخن اغاز کنم
غم دل پردہ دری کرد وفغان ساز کنم
بنوائے کہ ز مضراب چکاند خوناب
خویشتن را بہ سخن زمزمہ پرداز کنم
در خرابی بہ جہاں میکدا بنیاد نہم
در اسیری بہ سخن دعوی اعجاز کنم
چوں مراہم سخن انصاف ز مجرم خواہم
چوں نویسم غزل اندیشۂ ز غماز کنم
تاچہ افسوس بخود از ہیبت صیاد رہم
تاچہ خوں در جگر حسرت پرداز کنم
یاد دیرینہ قدم رنجہ مضر ماکا ینجا
آں نہ گن جد کہ تو در کوبی دفن باز کنم
ہائے ناسازی تالع کہ بمن کرددباز
باخرد شکوہ گزار طالع ناساز کنم
اہل درمان گرفتار وفانیست بہ شہر
در سخن پیروی شیوہ اعجاز کنم
گرچہ توقع گرفتاری جادیدم نیست
لیکن از دہر دیگر خوش دلی امیدم نیست 6

واجد علی شاہ:

آخری تاجدار اودھ سلطان عالم نواب واجد علی شاہ ابن امجد علی شاہ 19 جولائی 1823 یوم سہ شنبہ کو پیدا ہوئے اور سمبا 13 فروری 1847 کو تخت نشین ہوئے۔اودھ کی ضبطی کے بعد سلطان دہانی جہاز پر کلکتہ پہنچے ایک سال بعد انقلاب 1857 برپا ہوا اور مٹیا برج سے فورٹ ولیم میں 1857 کو بحیثیت قیدی اسیر کر لیے گئے اپنی ایک مثنوی خزاں اختر میں اسیری کی مشکلات بیان کی ہیں۔آپ کے ساتھ قیدیوں میں چھ بیگمات اور 23 مرد وزن کلکتہ گئے واجد علی شاہ اس بارے میں فرماتے ہیں۔

نمونہ کلام:

کروں ساٹھ ستر محل گر شمار
تو ہو جائے پھر ایک قلم اشکار
اب ان میں ہے یہ پانچ چھ بیویاں
جو کلکتہ میں ساتھ ائیں یہاں 7

اسیری کے دوران واجد علی شاہ نے ملکہ غزالہ کے نام کچھ خطوط بھی لکھے۔ان خطوط کا مجموعہ تاریخ غزالہ کے نام سے شائع ہوا جسے سید وسیع بلگرامی نے مرتب کیا۔یہ خطوط ایک قیمتی ادبی سرمائے کی حیثیت رکھتا ہیں۔ 8

واجد علی شاہ نے اس مثنوی کی اشاعت کے ایک مدت بعد 5 130 میں سفر آخرت فرمایا۔

مولانا عبدالحلیم شرر جو واجد علی شاہ کے ہم عصر تھے اور جن کا بیان ہے۔ کہ

" میرا بچپن اور نیز شباب کا ابتدائی زمانہ مٹیا برج میں اور خاص بادشاہ جہاں پناہ کے سایہ عاطفت میں بسر ہوا ہے"۔9

اس مثنوی کے بارے میں عبدالحلیم شرر "حزن اختر" میں لکھتے ہیں۔

" یہ مثنوی آج سے 65 برس قبل 1266 میں ہجری میں جبکہ بادشاہ قید فرنگ میں تھے تصنیف ہوئی اور اس کے کئی سال بعد یعنی 1276 ہجری میں خود ظل اللہ جہاں کے مطبع واقعہ مٹیا برج میں چھپ کر اہل دربار میں اور ملازمین میں تقسیم ہوگئی" ۔10

اس مثنوی میں واجد علی شاہ نے قید خانے کا حال کچھ ان الفاظ میں بیان کیا ہے۔

قید خانہ:

سوا اپنے سائے کے کوئی نہیں
ہوا بھی نہیں میرے تن کے قریں
ہوا تک نہیں قید خانے میں اہ
ہوا بے گناہ قید میں بادشاہ
مگر غم نہیں ساقیا کیا ہوا
غلام علی کو نہیں ڈر ذرا
کسی کی محبت کو پایا نہ ٹھیک
محبت کو دیکھا ہے امر رکیک
رہے سو برس گر فدا اک پر
وہ دم بھر نہ لیویں گا اس کی خبر
فقط نام شاہی سے ہوں میں خراب
کہاں میں کہاں قید کیسا عذاب
دل زار ہونٹوں پہ آ گیا
میں گھبرا گیا سخت گھبرا گیا
الہی مجھے قید سے دیں نجات
نکلتی نہیں غم سے اب منہ سے بات
بس اب الحذر الحذر اے خدا
پر اس اختر زار کو تو رہا

حوالہ جات

1۔(جنگ آزادی 1857 کی اہمیت از احمد ندیم قاسمی (سن ستاون میری نظر میں)
2۔تاریخ عہد انگلشیہ۔ منشی زکا اللہ ص 629
3۔حوالہ نوائے ظفر مرتبہ خلیل الرحمن عظمی ص 222۔
4۔یادگار غالب__ حالی ص 28 ۔ 27
5۔ ماخوذ از سبد چین۔ مکتبہ جامعہ 1928 ص 24__25

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.3 2024

6۔تاریخ غزالہ مرتبہ وسیع بلگرامی متطبع مفیدہ عامہ اگرہ

7۔ مقدمہ مثنوی حزن اختر مرتب عبدالحلیم شرر ص74 __ 75

Referance in Roman Script:

1. Important of indian rebellion 1957 by ahmad nadeem qasmi (san satawan meri nazar me)
2. tarekh e ahde englishia monshi zaka ullah p629
3. hawala nawaiy zafar martaba Khalil ur Rahman ozma p222
4. yadgar e ghalib …… hali p27..28
5. makhoz by sabad chin … maktaba jameia 1928 p24…25
6. tarekh ghazala martaba waseea balgrami motatbaa mofeda aama agra
7. moqadma masnawi huzan Akhtar moratab abdul halim sharer p 73…75